جائز اور ناجائز ولایت اور رہبری

حجۃ الاسلام استاد محسن قرائتی مدظلہ
ترجمہ: جناب ڈاکٹر سہیل بخاری صاحب

ناجائز ولایت اور رہبری:۔ قرآن میں رہبری کے مسئلے پر زیادہ زور دیا گیا ہے، اس کے اچھے پہلو پر بھی اور برے پہلو پر بھی۔ اچھے پہلو میں رسول اکرمؐ اور اولی الامر کی پیروی کو واجب اور خدا کی پیروی کے ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی سفارش کی گئی ہے کہ خدا، رسولؐ اور اولی الامر کے علاوہ جامع الشرائط فقیہوں کی اطاعت بھی کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص ان کے کسی فتوے اور حکم کو ٹالتا ہے تو گویا امامؑ اور رسول اکرمؐ کے فرمان کو رد کرتا ہے اور خدا کے ساتھ شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۸۔ ص ۹۹)

یہ نامناسب نہ ہوگا اگر ہم یہاں ان لوگوں کی ایک فہرست مرتب کر دیں جنھیں مختلف جماعتوں کا امام اور رہبر نہیں ہونا چاہیے اور لوگوں کی ان کی اطاعت اور پیروی نہیں کرنا چاہیے۔ اگر چہ ایک عقلمند انسان جو پابندی اور دباؤ سے آزاد ہو وہ اپنی خداداد فطرت سے ہی سمجھ جائے گا کہ یہ لوگ رہبری کی لیاقت نہیں رکھتے لیکن اس لحاظ سے کہ قرآن خبردار کرنے والی کتاب ہے، اسے انسانوں کو خطرہ سے آگاہ کرنا چاہیے چنانچہ یہ ہیں وہ آیات جنھیں ہم اپنے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔

۱۔ ایسے لوگوں کی رہبری ناجائز ہے جو غفلت شعار، عیاش اور انتہا پسند ہیں۔ (سورۂ کہف آیت ۲۸)

ہم نے جن لوگوں کے دل کو (ان کے خراب کام کے باعث) اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے، جو حق کی جگہ پر اپنی ہی ہوسوں اور خواہشوں کے پیرو، حق اور میانہ روی کے راستے سے الگ، حد کو توڑنے والے اور انتہا پسند ہیں ان لوگوں سے دور رہنا چاہیے اور ان کی پیروی نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ ایسے لوگوں کی بھی اطاعت مت کرو جو گھمنڈ اور غرور کی وجہ سے حق کی طرف توجہ نہیں دیتے اور حقیقتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ (سورۂ قلم آیت ۸)

۳۔ ایسے کم ظرفوں کی بھی پیروی مت کرو جو پے در پے قسمیں کھاتے ہیں، ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور معاشرے میں اپنی جھوٹی شان جتاتے ہیں۔ (سورۂ قلم آیت ۱۰)

۴۔ گناہگار اور ناشکرے کی پیروی بھی نہیں کرنا چاہیے۔ (سورۂ دہر آیت ۲۴)

۵۔ فضول خرچ لوگوں سے بھی دور رہنا چاہیے۔ (سورۂ شعراء آیت ۱۵۱)

۶۔ فسادیوں کے طریقے کی پیروی نہ کرو۔ (سورۂ اعراف آیت ۱۴۲)

۷۔ جاہل لوگوں کی خواہشات کی بھی پیروی نہ کرو (سورۂ جاثیہ آیت ۱۸)

۸۔ایسے لوگوں کی بھی پیروی مت کرو جو پہلے گمراہ رہ چکے ہیں اور اب بھی اپنی خواہشوں اور جبلتوں کے غلام ہیں۔(سورۂ مائدہ آیت ۷۷)

آپ مندرجہ بالا آیات پر دوبارہ غور فرمائیے کہ افراد اور گروہ، گناہ، فضول خرچی، جھگڑالو پن، جہالت، غلط کارکردگی، کفر و گناہ اور کمینہ پن کی وجہ سے کس طرح رہبری کے زمرے سے خارج ہوجاتے ہیں۔ہم ان آیتوں سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ امام اور رہبر کو مندرجہ بالا تمام برائیوں سے دور رہنا چاہیے۔

قرآن کی دوسری آیتوں میں مسلمانوں پر یہودیوں اور عیسائیوں کی حکومت اور اسی طرح دشمنان خدا یا منافقوں کی حکومت، اختیار اور سرپرستی جو دین اور مکتب کو اپنی حکومت قائم رکھنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں، ناجائز بتائی گئی ہے۔

(سورۂ مائدہ آیت ۶۲)

اولی الامر کون ہے؟:۔ہم قرآن میں پڑھتے ہیں کہ اے ایمان والو! خدا، رسول اور صاحبان فرمان کی اطاعت کرو۔(سورۂ نساء آیت ۵۹)

کیا ان صاحبان فرمان کا کام جن کا ذکر خدا اور رسولؐ کے ساتھ ساتھ آیا، خدا اور رسولؐ کے احکام کے مطابق نہیں ہونا چاہیے؟

کیا یہ درست ہے کہ ایک ہی جملے میں ہم سے یہ کہا جائے کہ خدا اور رسولؐ کے پیرو بنو اور ان کی مخالفت نہ کرو اور فوراً ہی یہ سفارش کردی جائے کہ صاحبان فرمان کی پیروی کرو جو روزانہ خدا اور رسولؐ یا قرآن کی سیکڑوں خلاف ورزیاں کرتے ہیں؟ کیا ایک ہی جملے میں یہ تضاد درست ہے؟

بے شک اولی الامر انہیں معصوم اماموں کو ہونا چاہیے جن کی اطاعت خدا اور رسولؐ کی اطاعت ہوگی اور جن میں کسی قسم کا کوئی علمی یا عملی اختلاف نہیں ہوگا اور جو عصمت کی انتہائی بلندی پر متمکن ہوں گے۔اگر اولی الامر، امام معصومؑ کے علاوہ کوئی اور ہوگا تو حقیقت یہ ہے کہ پھر ایسے صاحبان فرمان کی پیروی کا حکم قطعی اور ہر موقع کے لیے نہیں ہوگا بلکہ والدین کی پیروی کی طرح کسی نہ کسی شرط سے وابستہ ہوگا۔اس کی وضاحت یوں ہے کہ لوگوں سے اپنے اپنے والدین کی اطاعت اور ان پر احسان کرنے کی سفارش کی گئی ہے لیکن ہر جگہ نہیں کیونکہ اگر والدین نے چاہا کہ بیٹے کو توحید کے دائرے سے نکال دیں تو ایسی صورت میں ان کا حکم ماننا ناجائز ہوگا۔وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط (سورۂ عنکبوت آیت ۸، سورۂ لقمان آیت ۱۵)

غور فرمائیے کہ والدین کی اطاعت ہر موقع کے لیے واجب نہیں ہے بلکہ صرف ان موقعوں کے لیے ہے جہاں وہ اپنی اولاد کو راہ اسلام سے نہ بھٹکائیں لیکن اولی الامر کی اطاعت بے قید و شرط اور ہر موقع کے لیے ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اولی الامر کو قرآن کے نقطۂ نظر سے کسی قید یا شرط کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا بھٹکنا یا کسی کو بھٹکانا عملی طور پر ناممکن ہے۔

اس لیے قرآن میں اولی الامر سے وہ پیشوا مراد ہیں جو تین سو حدیثوں کی رو سے۔جنھیں شیعوں اور سنیوں

نے نقل کیا ہے۔بارہ ہستیاں ہیں۔

ولایت فقیہ:۔ولایت فقیہ امامت کے سلسلے کا دوام ہے۔اس سے متعلق سیکڑوں حدیثوں کے مطابق جو پیغمبرؐ کے بزرگ صحابہ نے نقل کی ہیں معصوم اماموں کی تعداد بارہ ہے۔یہ تمام بزرگ ہستیاں زہر دیکر یا تلوار سے شہید کی گئیں۔اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے زمانے کے طاغوتوں سے بے جگری سے لڑتے تھے۔

ہمارے بارھوں امام حضرت مہدیؑ غائب ہیں اور سیکڑوں معتبر حدیثوں کے مطابق دنیا میں ایک منصفانہ حکومت قائم کرنے کے لیے ظاہر ہوں گے۔

چونکہ لوگ ابھی ان کی رہبری قبول کرنے کے لائق نہیں ہیں اس لیے خدا نے آپ کو مناسب وقت تک کے لیے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔جی ہاں جیسے حکومت نے لوگوں کے لیے گیارہ چراغ روشن کیے اور لوگوں نے انھیں بجھا دیا تو اب حکومت پردے میں ان کی حفاظت کرتی ہے اور بارھواں چراغ اس وقت تک نہیں جلائے گی جب تک کہ ان لوگوں کی پختہ فکری، تمدن اور کلچر اس حد تک ترقی نہیں کر لیتا کہ وہ نور کو سمجھ سکیں اور اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ایسے ہی خدا نے بھی گیارہ معصوم امام بھیجے لوگوں نے ان سب بزرگواروں کو اذیتیں پہنچائیں، قیدی بنایا اور تلواروں سے شہید کر ڈالا تو خدا نے بارھویں امام کو مناسب وقت تک کے لیے اپنی حفاظت میں رکھ لیا لیکن دوسری جانب حضرت مہدیؑ کی غیبت کے زمانے میں ہمیں بھی ہمارے حال پر نہیں چھوڑا ہے بلکہ ہم کو عادل، متقی اور اسلام شناس فقیہوں کے سپرد کر کے اس کے بارے میں سخت تاکیدیں کر دی ہیں۔

اس لیے تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے اسلامی نظام کی حفاظت کریں اور تمام امور میں خدا کے اس حکم پر توجہ دیں جو عادل فقیہ کی زبان سے جاری ہوتا ہے۔ اسلام ایسے مالیاتی، تعزیری، انتظامی اور عدالتی قوانین رکھتا ہے کہ نہ تو انھیں معطل رکھنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ انھیں جاری کرنے کا اختیار جاہل اور خودغرض لوگوں کے سپرد کرتا ہے نہ اس کی اجازت دیتا ہے کہ کسی بھی طرح کا کوئی طبقہ لوگوں پر حکومت کرنے لگے بلکہ اس نے ان قوانین کے جاری کرنے کا کام صرف فقیہوں اور متقی اسلام شناسوں کے سپرد کر دیا ہے تا کہ وہ تمام واقعات و حوادث میں خدائی قانون کے مطابق حکم دیں۔لوگوں پر ان فقہا کی اطاعت اسی طرح واجب ہے جس طرح امام معصومؑ اور رسول اکرمؐ کی اطاعت واجب قرار دی گئی ہے۔

ولایت فقیہ کا کردار:۔کیا مسلمانوں کو کسی نظام کی ضرورت ہے یا نہیں؟ کیا اسلامی ملک کی حفاظت ہونا چاہیے یا نہیں؟ زمینوں کی چوکسی ہونا چاہیے یا نہیں؟ اسلامی ملک میں قوانین جاری ہونا چاہئیں یا نہیں؟ مظلوم کا حق ظالم سے لینا چاہیے یا نہیں؟ اسلام کی آواز دنیا بھر میں پہنچنا چاہیے یا نہیں؟ ہمارے نبیوں اور اماموں کی کوششیں صرف انہیں کے زمانوں کے لیے تھیں یا سب زمانوں اور سرزمینوں کے لئے تھیں؟

اگر اس کا جواب ہاں میں ہے اور اسلام اپنا سماج، قانون اور نظام رکھتا ہے اور حقوق کی پاسداری اور زمینوں

کی حفاظت ہونا چاہیے تو پھر حکومت بھی اسلامی ہونا چاہیے کیونکہ صحیح اصول کے مطابق مرتب کیے ہوئے اور بالکل درست نظام کے بغیر اور بالخصوص ہمارے زمانے میں جبکہ اسلام کے تمام مخالفوں کے پاس بڑے بڑے اور ٹانکوں ٹانک ٹھیک نظام موجود ہیں تو ہم اپنے مکتب، قانون، ملک، جان، مال اور عزت کا بچاؤ نہیں کر سکتے؟ اگر حکومت ضروری ہے تو حاکم بھی لازمی ہے کیونکہ حاکم کے بغیر حکومت کا قیام اور بقا ناممکن ہے۔ اب جو اسلام کو اپنے قوانین نافذ کرنے کے لیے حکومت بھی چاہیے اور حاکم بھی تو پھر ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ حاکم میں کون کون سی خصوصیات ہونا چاہئیں۔ وہ خدائی حکم کی گہرائی تک پہنچ پاتا ہو یا نہیں، عادل ہو یا نہیں، مشکلات اور مسائل سے واقف ہو یا نہیں۔ اگر یہ ضروری ہے کہ حاکم اسلام شناس ہو، متقی اور پرہیزگار ہو اور سیاست داں بھی ہو تو پھر یہ وہ فقیہ ہوگا جس کی حکومت کو ہم ولایت فقیہ کہتے ہیں۔

جو لوگ ولایتِ فقیہ کے نظریے کو نہیں مانتے انھیں چاہیے کہ وہ مندرجہ ذیل خیالات میں سے کسی ایک کو تسلیم کر لیں:

۱۔ یا وہ یہ کہیں کہ اسلام صرف نماز، روزہ یعنی محض انفرادی عبادات اور اخلاقیات کا نام ہے اور اس میں بڑے بڑے سماجی حقوق، عدالتی، سیاسی اور اقتصادی مسائل شامل نہیں ہیں۔

۲۔ یا وہ یہ کہیں کہ اسلام صرف رسول اکرمؐ کے زمانے کے لیے تھا اور اس کے بعد چھوڑ دیا گیا اور اب اس کے اہم سماجی قوانین صرف کتابوں میں مدفون ہیں۔

۳۔ یا وہ یہ کہیں کہ اسلام کے اہم سماجی قوانین جاہل اور فاسق لوگوں کے ہاتھوں جاری ہوں۔

اگر مندرجہ بالا خیالات میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں ہے تو پھر ہمیں ولایتِ فقیہ کو مان لینا چاہیے جس کا مطلب ہے انسانی مسائل و مشکلات سے واقف اور متقی اسلام شناسوں کے ہاتھوں خدائی احکام کا نفاذ۔ اور ہم یہ نہ سوچیں کہ متقی اسلام شناسوں کی حکومت اور نظارت یعنی ولایتِ فقیہ اس معنی میں قابل انکار نظر آئے گی۔

کیا اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول نہیں ہے کہ قرآن میں سماج کی تمام انفرادی اور اجتماعی ضرورتیں بیان کی گئی ہیں کیا حکومت، حاکم، نظام اور محکمے سماج کی اہم ترین ضروریات میں شامل نہیں ہیں؟

(اصول کافی جلد ا ص ۵۹)

رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے اپنی موت سے پہلے امت کی تمام ضروریات بیان کر دیں۔

کیا حضرت امام مہدیؑ کی غیبت کے زمانے میں اسلامی معاشرے کو حاکم اور حکومت کی ضرورت نہیں ہے؟

(کتاب بیع آیت اللہ خمینیؒ ص ۴۶۲)

امام رضا علیہ السلام رہبری کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے اپنی گفتگو میں یوں فرماتے ہیں:

کوئی قوم اور امت کسی رہبر کے بغیر نہیں ہے اور سماج کا ڈھانچہ ایک رہبر کے وجود سے وابستہ ہوتا ہے تا کہ

لوگ اس کے حکم پر بیت المال کے جمع خرچ کا کام بھی کریں، خدا کے دشمنوں سے لڑنے کو بھی کھڑے ہو جائیں، معاشرے کی تنظیم بھی کریں اور اسے اختلاف اور نفاق سے بھی بچائیں اور اگر امت کا کوئی ایسا رہبر نہیں ہوگا تو قوم پارہ پارہ ہو جائے گی، خدائی قوانین رسول اکرمؐ کی ہدایات اور فرمان الٰہی طاغوت کے اشارے پر بدل دیے جائیں گے۔
(بحارالانوار جلد ۶ ص ۶۰)

آپ دیکھتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام کے بیان میں رہبری اور حکومت کا مسئلہ زندگی کے اہم ترین مسئلے کے عنوان سے پیش ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ غریبوں کے فائدے کے لیے مالیات پر قبضہ، اس کی منصفانہ تقسیم، دشمنوں سے جنگ اور سماجی اداروں کی تنظیم ایسی باتیں نہیں ہیں جو صرف معصوم اماموں کی موجودگی کے وقت سے ہی تعلق رکھتی ہوں اور امام عصرؑ کی غیبت کے زمانے میں اس امت کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے یعنی مندرجہ بالا مسائل سے عہدہ برا ہونے کے لیے حکومت اور حاکم کی ضرورت نہ ہو۔

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سماج کے وجود اور اس کے لیے حکومت اور حاکم کی ضرورت کو بھی تسلیم کرتا ہے لیکن مشکل اس بات میں ہے کہ حاکم کے لیے شرائط کیا ہوں، طرز حکومت کیسا ہو اور یہ سب کچھ کیسے ہونا چاہیے؟

عقلی دلیلوں اور اسلام کی بہت سی روایتوں کے مطابق بارِ حکومت کو فقیہ عادل کے کندھوں پر ڈال دینا چاہیے چنانچہ ہم بعض روایتوں کے اقتباسات اس جگہ نقل کرتے ہیں:

۱۔ رسول اکرمؐ فقیہوں کو اپنا خلیفہ سمجھتے تھے
۔اَللّٰھُمَّ
ارْحَمْ خُلَفَائِی قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَنْ خُلَفَاؤُکَ؟ قَالَ اَلْفُقَھَائُ۔ (وسائل جلد ۱۸ باب صفات قاضی ص ۱۰۱)

۲۔ امام کاظمؑ نے فرمایا: فقہا اسلام کے قلعے ہیں۔ اَلْفُقَھَائُ حُصُوْنُ الْاِسْلَامِ۔ (کتاب البیع از آیت اللہ خمینیؒ)

۳۔ امام آخر الزماں حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے ایک خط کے جواب میں یوں لکھا: تمھیں چاہیے کہ زندگی کی مشکلات اور مصائب کے بارے میں ہمارے راویوں سے رجوع کرو کیونکہ وہ اسی طرح تم پر ہماری حجت ہیں جس طرح ہم اللہ کی حجت ہیں۔
(وسائل جلد ۱۸ باب ۱۱ صفات قاضی ص ۱۰۱)

۴۔ امام صادقؑ سے ان معاملات کے بارے میں سوال کیا گیا جن کے فیصلے کے لیے طاغوتی محکمے اور نظام کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ ان محکموں کی طرف رجوع کرنا اس لیے برا ہے کہ گویا طاغوت سے رجوع کرنا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ان طاغوتی محکموں سے اپنا جائز حق بھی حاصل کر لیتا ہے تو وہ بھی حرام ہو جاتا ہے۔ (شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ طاغوتی محکمے سے رجوع کرنا اس نظام کو مان لینے اور اسے مضبوط بنانے کے مترادف ہے۔) بلکہ ایسے موقعوں پر تمہارا فرض یہ ہے کہ صرف ایسے لوگوں سے اپنی مشکل کا حل دریافت کرو جو ہمارے علوم اور روایات کو بخوبی جانتے اور پہچانتے ہوں کیونکہ میں ان کو تمہارے لیے قاضی اور منصف قرار دیتا ہوں۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ اگر

اس (قاضی یا منصف) نے حکم دیا اور تم نے اسے بے وقعت جانا تو حقیقت میں تم نے خدا کے حکم کو حقیر سمجھا۔ جو کوئی ان فقہا کو رد کرے گا گویا اس نے ہمیں رد کر دیا اور ہمیں رد کر دینا خدا کو رد کر دینا ہے اور یہ فعل خدائے بزرگ کے ساتھ شرک کے برابر ہے۔ (وسائل جلد ۱۸ باب ۱۱ صفات قاضی ص ۹۹)

۵۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ (وسائل جلد ۱۸ ص ۵۳)

۶۔ خدا نے علماء سے عہد لیا ہے کہ وہ ظالموں کی شکم سیری اور لوٹ کھسوٹ اور غریبوں کی بھوک پر خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ (نہج البلاغہ خطبۂ شقشقیہ)

اور ظاہر ہے کہ سماج میں مظلوموں کی حمایت اور ظالموں کی سرکوبی حکومت اور اس کے قائم کیے ہوئے محکمے کی محتاج ہے۔

۷۔ قرآن میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ اپنے سماج میں قسط یعنی عدالت پر قائم رہو۔ کیا سماج میں قسط حکومت اور حاکم کے بغیر قابل عمل ہے؟

۸۔ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کاموں کی انجام دہی اور احکامات کا نفاذ عالموں، خدا کے پہچاننے والوں اور پرہیزگاروں کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کے حرام اور حلال میں کمی وبیشی نہیں کرتے اور امانت کی حفاظت کرتے ہیں۔ (تحف العقول ص ۲۴۲)

۹۔ امام علیؑ فرماتے ہیں: اَلْعُلَمَاءُ حُکَّامٌ عَلَی النَّاسِ۔ علماء لوگوں کے حاکم ہیں۔ (غرر الحکم الحیات جلد ۲ ص ۲۹۳)

اوپر کی سطور میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں حکومت کا سربراہ عادل اور جامع شرائط فقیہ ہونا چاہیے۔ یہی فقہاء حضرت امام مہدیؑ کی غیبت کے زمانے میں معصوم اماموں کے حقیقی نمائندے ہیں اگر فقیہ کا اختیار اور ولایت ختم ہوجائے تو سماج میں طاغوت کا زور بڑھ جائے گا اور خدائی قوانین بدل دیے جائیں گے۔

❁ جو لوگ ولایت فقیہ کی مخالفت کرتے ہیں معلوم نہیں کہ ان کا مقصد کیا ہے؟

❁ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے حکومت اور اس کا نظام ضروری نہیں ہے؟

❁ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ نظام تو ضروری ہے لیکن اس کے لیے ناظم، والی اور حاکم ضروری نہیں ہے؟

❁ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کے والی اور حاکم اسلام ناشناس افراد ہوں؟

❁ اوہ یہ کہتے ہیں کہ حاکم فقیہ اور اسلام شناس تو ہوں لیکن ضروری نہیں ہے کہ وہ عدالت اور تقویٰ بھی رکھتے ہوں؟

❁ کیا وہ یہ سوچتے ہیں ولایت فقیہ ایک قسم کا گروہی غلبہ ہے؟ کیا فقیہ کسی خاص طبقے کا نمائندہ ہوتا ہے؟

❁ کیا فقیہ کی خودغرضی اس کے عدل وانصاف کو ختم نہیں کر دیتی، جس سے سماج میں خود اس کی ولایت ہی ختم ہوجاتی ہے؟

❁ کیا ولایت فقیہ کو تسلیم کر لینا قوت واختیار کے کئی مراکز قائم کر لینا ہے؟

جب تمام احکام وفرامین اس غرض سے کہ اختلافی اور غیر اسلامی سمت میں نہ مڑ جائیں ،فقیہ عادل کی نہر کو عبور کر کے آتے ہیں تو اس صورت میں اہل کاروں کو تمام اختیارات فقیہ کی جانب سے ہی حاصل ہوتے ہیں ۔لہٰذا اختیارات کے کئی مراکز قائم نہیں ہوتے بلکہ قوت واختیار کا مرکز صرف ایک ہی رہتا ہے اور وہ بھی آسمانی اور خدائی قانون اور حکم جو عادل فقیہ کے ذریعے سے نافذ العمل ہوتا ہے ۔ ہم ولایت فقیہ کے مخالفوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ قوم کو فقیہ عادل کے ہاتھوں سے نکال کر کس کے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں؟

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مسلمان کو اپنے کاموں میں کسی کی تقلید نہیں کرنا چاہیے اور کیا تقلید کے مواقع صرف عبادتوں ہی میں آتے ہیں؟ کیا سیاسی اور سماجی مسائل جیسے ہڑتال، پناہ گزینی ،سفر ،لڑائی ، سمجھوتے ،معاہدے ، برطرفی اور تقرری وغیرہ میں حرام اور حلال کا امکان نہیں ہوتا ؟ کیا ہر ایسے باب میں جہاں حلال اور حرام کا امکان ہوتا ہے ہمیں تقلید نہیں کرنا چاہیے؟

کیا مسلمان قوم کی رہبری اسلام ناشناس حاکم کے سپرد کر دینا ایسا ہی نہیں ہے جیسے کسی میڈکل کالج کو کسی ایسے شخص کے سپرد کر دینا کہ جو ڈاکٹر نہ ہو۔کیا امت کو کسی غیر عادل کے سپرد کر دینا مقام انسانیت کے ساتھ بے انصافی نہیں ہے؟

کیا وہ وقت نہیں آ گیا ہے کہ ہم جھوٹی رہبریوں، سیاست بازیوں اور پیشہ ورموقع پرستوں سے بچیں ، اپنے آپ کو اسلام کے دامن میں ڈال دیں اور صرف ایسی رہنمائیاں قبول کریں جو وحی کے پیمانوں پر پوری اتریں؟

بقیہ صفحہ ۲۰ رکا۔۔۔

اس میں شک نہیں کہ اسلامی حکومتوں اور ملکوں کے سیاسی مواقف میں قربت خود دین اسلام کی پیروی کی وجہ سے ہے اور یہ اسلامی فرقوں کو عملاً ایک دوسرے کے نزدیک لانے میں بہت زیادہ مؤثر ہے کیوں کہ اسلامی حکومتوں اور ملکوں میں سیاسی اختلاف کا پایا جانا مذہبی ،فقہی ،فکری اور ثقافتی اختلاف کا موجب ہوگا۔

۶۔مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے والی تنظیمیں ،انجمنیں اور مراکز قائم کرنے کی تشویق اور اساسی مسائل میں وحدت و ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنا جو اسلامی فرقوں کو قریب لانے کا باعث ہو۔

۷۔تعصب ،فکری وسیاسی تنگ نظری قومی ونسلی اختلاف سے ہٹ کر اور معتدل موقف اختیار کر کے حکمت اور موعظۂ حسنہ کے راستہ کو اپنانا۔

۸۔ایک دوسرے کی ملاقات اور مذہبی رسومات میں شرکت کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں مل جل کر رہنے کی دعوت دینا ،ائمۂ اطہارؑ نے اپنی حدیثوں میں خواہ وہ اجتماعی مسئلہ ہو یا عبادی اپنے شیعوں کو بالخصوص اس طرح کی زندگی گزارنے کی دعوت دی ہے۔

اگر مسلمان اس مقدس ہدف کی طرف متوجہ ہوئے تو ایسے راستے نظر آئیں گے جو انہیں اس مقدس ہدف سے قریب کر دیں گے جس کے نتیجہ میں رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوگی۔

